# دل نے زمانے بدل دیئے

## مہوِش افتخار

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مہوش افتخار

# دل نے تمنا کی یہاں دیئے

"دعا بیٹا! یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو؟" نزہت بیگم نے کچن کی کھڑکی سے لان میں تنہا اور اداس بیٹھی دعا کو دیکھا تو بے اختیار اس کے پاس آتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"کچھ نہیں تائی امی! بس یوں ہی۔" غیر محسوس انداز سے اس نے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بات بنانے کی کوشش کی تو نزہت بیگم اسے تاسف سے دیکھ کر رہ گئیں۔ بھیگی پلکوں اور رندھی ہوئی آواز نے ایک لمحے میں انہیں ان کے سوال کا جواب دے

## ناولٹ

دیا تھا مگر اسے اس دکھ کی کیفیت سے فی الحال نکالنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ انجان بن جائیں اور یہی انہوں نے کیا۔

"بیٹا! جب کچھ نہیں کر رہیں تو چلو سب کے ساتھ اندر چل کر بیٹھو اور ویسے بھی اب مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔ اکیلے باہر بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔" پیار سے اس کے بال سنوارتے ہوئے انہوں نے آخر میں ذرا رعب سے کہا تو وہ ان کی محبت پہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

تائی امی کے ساتھ خاموشی سے اندر آتے ہوئے وہ بے اختیار ان کی نرم اور مہربان شخصیت کو سوچ گئی۔ وہ اپنی اولاد کے ساتھ ساتھ اس کے لیے بھی اس قدر مشفق اور پرخلوص رہی تھیں کہ اسے کبھی ان میں یا اپنی مما میں کوئی فرق محسوس ہی نہیں ہوا تھا اور یہ ان کی اور آغا جی کی بے حد و حساب محبتیں ہی تو تھیں جو وہ ہر سال اپنی چھٹیوں میں اپنے ننھیال کے بجائے اپنے ددھیال آنے کے لیے بے قرار رہتی تھی جسے اس کے دادا، دادی کی وفات کے بعد بھی اس کے تایا، زائر شاہ اور ان کی بیگم نزہت نے اسی محبت اور مان سے قائم کر رکھا تھا جیسے داجی اور بے جی کی زندگی میں تھا۔

اپنے والدین کی وفات کے بعد زائر شاہ نے حقیقتاً اپنے چھوٹے بھائی عباس شاہ اور چھوٹی بہن عائشہ شاہ کے لیے ماں اور باپ دونوں کے منصب سنبھال لیے تھے اور بدلے میں دونوں بہن بھائی نے بھی ہمیشہ انہیں اسی عزت و تکریم سے نوازا تھا جس کے وہ مستحق تھے۔ گو کہ گزرتے وقت نے "شاہ ہاؤس" کی رونقوں میں پہلے عائشہ شاہ کی شادی اور عباس شاہ کی اسلام آباد میں نوکری۔ اور پھر داجی اور بے جی کی وفات کی صورت، خاصی کمی کردی تھی مگر اس گھرانے کی محبتوں میں دن بدن اللہ کے فضل سے اضافہ ہی ہوا تھا جو آج کل کے مفاد پرست اور خود غرض دور میں ایک انہونی ہی تھی۔

دوسری طرف بزرگوں کی نیک نیتی سے پھیلائی ہوئی محبت اور عزت کی ان بیلوں نے اس خاندان کی نئی نسل کو بہت خلوص اور نرمی سے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ زائر شاہ کے تین بچے تھے۔ تمین، عمر اور مہران عباس شاہ کی اکلوتی بیٹی دعا اور عائشہ شاہ کا بیٹا احمر اور بیٹی ثانیہ میں اس قدر پیار اور یگانگت تھی کہ ان سے پہلی مرتبہ ملنے والے کو اس بات کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا کہ کون کس کا حقیقی بہن بھائی ہے۔

خاندان کے بچوں میں چونکہ "مہران شاہ" سب سے بڑا تھا لہٰذا اسے ایک خاص مقام حاصل تھا' جس کی بدولت اس کا اپنے بہن بھائی اور دیگر تمام کزنز پر خاصا رعب تھا۔ طبیعتاً" بھی وہ خاصا سنجیدہ' کم گو اور بردبار تھا۔ اس کا نپا تلا انداز تھا جو اس کی شاندار پرسنالٹی کو ایک عجیب سا وقار اور تمکنت عطا کرتا۔ یہ نہ تھا کہ وہ ان سب سے پیار نہیں کرتا تھا بلکہ وہ تو شاید ان سب کو بڑے ہونے کے ناتے سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ ہاں مگر اظہار کے معاملے میں وہ خاصا کنجوس تھا اور ویسے بھی وہ بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان پیار میں بھی ایک لحاظ کا قائل تھا اور اپنی ان ہی عادات کے باعث وہ ینگ جنریشن میں "مغرور" اور بڑوں میں "سمجھ دار" مشہور تھا۔

خاندان میں مہران کے بعد اگر کسی بچے کو بے حد و حساب چاہا گیا تھا تو وہ تھی عباس شاہ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی "دعا عباس" جو اپنے والدین کی شادی کے پانچ سال بعد بہت منتوں اور مرادوں کے بعد پیدا ہوئی تھی مگر اتنے لاڈ پیار کے باوجود وہ بہت سلجھی ہوئی اور بااخلاق بچی تھی۔ اس کی صورت اور سیرت دونوں ہی اس قدر لاجواب تھیں کہ گھر والوں کے ساتھ ساتھ وہ نوکروں تک کو بے حد عزیز تھی۔

زائر شاہ اور زیست بیگم کی تو گویا اس کانچ سی نازک گڑیا میں جان تھی اور وہ خود بھی اپنے ممّا' پاپا سے زیادہ اپنے آغا جی اور تائی امی کی دیوانی تھی۔ عید بقرعید کے علاوہ ہر سال چھٹیوں میں وہ ان کے پاس کراچی دوڑی چلی آتی جس پہ اسے اپنے ننھیال والوں کی طرف سے بے اعتنائی کے خاصے شکوے سننے پڑتے مگر وہ کیا کرتی اس محبت کا جو اسے "شاہ ہاؤس" کے مکینوں سے تھی جو اس قدر بے لوث اور پر زور تھی کہ ان کے بغیر اسے کہیں چین ہی نہ آتا تھا۔

اور اس ہی محبت کے زیر اثر اس سال بھی وہ اپنے ایم اے انگلش کے امتحانات سے فراغت کے بعد ہمیشہ کی طرح کراچی جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جب ایک رات راولپنڈی میں شادی کی تقریب سے واپسی پر اس کی ممّا اور پاپا کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ حادثہ اتنا شدید تھا کہ دونوں موقع پر ہی موت کی گود میں جا سوئے۔ اس بات کا خیال کیے بنا کہ ان کے بعد ان کی لاڈلی کا کیا ہو گا۔

چند لمحوں کا کھیل تھا اور اس کی خوشیوں سے بھری زندگی تپتے لق و دق صحرا میں تبدیل ہو گئی۔ قدرت کی ستم ظریفی نے اسے ایک جھٹکے میں آسمان سے زمین پر پٹختے ہوئے آن واحد میں ماں کی ممتا کے ساتھ ساتھ باپ کی شفقت سے بھی محروم کر دیا تھا۔ دکھ' تکلیف اور بے یقینی نے اسے جیسے نڈھال کر ڈالا اور اس کے اس نڈھال وجود کو اگر کہیں سکون میسر تھا تو وہ تھی۔ تائی امی کی نرم اور مہربان آغوش۔

عباس شاہ اور مریم عباس کی موت کے بعد زائر شاہ اسے اپنے ساتھ کراچی لے آئے تھے مگر وہ تو لگتا تھا جیسے اپنا آپ' اپنی ہنسی' اپنے جینے کی امنگ سب کچھ وہیں چھوڑ آئی تھی۔ ہر پل چاند کی طرح چمکتا چہرہ اور کلیوں کی طرح چٹکتے لب اپنی ساری رعنائی اور ہنسی کھو چکے تھے۔

ہر کوئی ہمہ وقت اس کی دلجوئی میں مصروف نظر آتا' جس کے نتیجے میں وہ اب سست روی سے ہی سہی مگر بہرحال زندگی کی جانب لوٹ رہی تھی اور دعا کی ذات کی یہ مثبت تبدیلی "شاہ ہاؤس" کے مکینوں کے لیے باعث سکون اور اطمینان تھی۔



"دعا! براؤنیز تیار ہوئیں یا ابھی کسر ہے؟" ثمین نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کافی تیار کرتی دعا سے پوچھا تو وہ گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"بس پانچ منٹ اور.... بلکہ تم یہ کافی کو دیکھو' میں ذرا انہیں چیک کر ہی لوں۔" وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اوون کی جانب بڑھی۔

"ٹھیں...... اچھا ہوا جو میں نے انہیں پانچ منٹ پہلے ہی دیکھ لیا۔" چھری ہاتھ سے رکھتے ہوئے اس نے ٹرے باہر نکالی تو ثمین مسکراتے ہوئے ذرا اترا کر گویا

ہوئی۔

"بے نہٹنگس ٹوی۔۔۔ کیونکہ میری وجہ سے تمہاری محنت ضائع ہونے سے بچ گئی۔"

"محترمہ ثمین! آپ کا بہت بہت شکریہ۔۔۔ اگر آج آپ وقت پر نہ آتیں تو نجانے مجھ غریب کا کتنا بڑا نقصان ہو جاتا۔"

ثمین کی اتراہٹ پہ بے ساختہ ہنستے ہوئے اس نے جواب دیا تو دعا کی ہنسی پہ ثمین کے تیزی سے چلتے ہاتھ تھم گئے۔ آج کتنے دنوں بعد اس نے دعا کی بے ساختہ ہنسی سنی تھی۔ بے اختیار وہ اس کی طرف گھوم گئی اور چند لمحے اسے تکنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے گلے سے لگا لیا۔

"ہنسو، ہنستی رہا کرو دعا۔۔۔ تمہیں شاید اندازہ ہی نہیں کہ تمہاری یہ ہنسی ہم سب کو کس قدر عزیز ہے۔"

اور محبت کے اس پر خلوص اظہار پر دعا کی آنکھیں لمحوں میں نمکین پانی سے بھر گئیں۔ اپنے غم میں کھو کر وہ اپنے پیاروں کو کس قدر تکلیف دے رہی تھی اس کا اندازہ صحیح معنوں میں اسے اس پل ہو رہا تھا۔ جو محبتیں وہ گنوا چکی تھی انہیں تو دوبارہ حاصل کرنے پر وہ قادر نہ تھی۔ ہاں مگر محبتوں کے جو گراں قدر خزانے اب اس کی ذات کے گرد اجالا کیے ہوئے تھے انہیں وہ کبھی کھونے نہیں دے گی۔ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے اس نے خود سے عہد کیا تو ایک اطمینان روح کی گہرائیوں تک سرائیت کرتا محسوس ہوا۔

"اچھا چلو اب باہر چلتے ہیں کیونکہ کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے اور سب ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔" خود کو ثمین سے الگ کرتے ہوئے اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹرے میں چیزیں رکھنے لگی۔

ساتھ ساتھ چلتی ہوئی وہ دونوں جب لان میں پہنچیں تو عمر سمیت آغا جی اور تائی امی کو بھی اپنا منتظر پایا۔

"واہ دعا آپی! آج تو آپ نے کمال ہی کر دیا۔۔۔ اتنی غضب کی براؤنیز بنائی ہیں کہ "سواد" آ گیا۔" عمر نے تیسری براؤنی اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر اس کی تعریف کی۔

"عمر بیٹا! میرے خیال میں پیٹ تمہارا اپنا ہے۔ سو ذرا ہاتھ "ہولا" رکھو میرے بچے کیونکہ پھر درد بھی تمہیں ہی ہو گا۔" تائی امی نے اسے مسکراتے ہوئے ٹوکا تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی جس میں سب سے اونچی آواز خود عمر صاحب ہی کی تھی جو کہ خدا کے فضل سے خاصے ڈھیٹ واقع ہوئے تھے۔

یونہی ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے وہ سب بڑے خوشگوار ماحول میں کافی پی رہے تھے جب پورچ میں رکنے والی بلیک سوک نے ان سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔

"لو اچھا ہوا عمران بھی آ گیا۔۔۔ بس اک اس ہی کی کمی تھی ہماری محفل میں۔" گاڑی لاک کر کے لان کی طرف آتے عمران شاہ کو دیکھتے ہوئے آغا جی گویا ہوئے تو سب کی نظریں بے اختیار اس کی جانب اٹھ گئیں جو ہاتھ میں بریف کیس اٹھائے ایش کرے ٹوپیس میں

چہرے پر تھکن کے باوجود نہایت ڈیشنگ اور اسمارٹ لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" سب کو سلام کرتا ہوا وہ نزدیکی کرسی پر گر سا گیا تو سلام کا جواب دیتی تائی امی اس کا تھکا ہوا چہرہ دیکھ کر ہمیشہ کی طرح بے قرار ہو گئیں۔

"بیٹا! کیوں خود کو اتنا تھکاتے ہو۔ ذرا صحت دیکھو اپنی کس قدر کمزور ہو رہے ہو۔ آخر پہلے بھی تو یہ بزنس چل ہی رہا تھا۔"

"واہ بھئی بیگم! آپ کا بھی جواب نہیں۔ بیٹے کی چہرے کی تھکن پہ آپ کیسے پریشان ہو اٹھی ہیں اور ہم جو جوانی سے یہی کام کرتے کرتے نڈھال ہو گئے، کبھی آپ کو ہماری تھکن اور صحت کا تو خیال نہ آیا۔" مہران کے کچھ کہنے سے پہلے آغا جی نے مسکراتے ہوئے تائی امی سے گلہ کیا تو ان کی شکایت پہ سب کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"واقعی امی! دس از ناٹ فیئر۔۔۔ آپ نے اس معاملے میں ہمارے آغا جی کے ساتھ بہت ناانصافی کی ہے۔" مہران نے ہنستے ہوئے باپ کا ساتھ دیا۔

"بھئی ماں تو ماں ہوتی ہے نا۔۔۔ اب میں بھلا ان کے لیے ممتا کہاں سے لاؤں۔" تائی امی اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے گویا ہوئیں تو ان کی بات پہ ایک زبردست قہقہہ پڑا اور اس لمحے ہنستے مسکراتے مہران کی جانب بے خیالی میں دیکھتی دعا کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ایک ایسا احساس جس نے چند سیکنڈ کے لیے اسے سوائے مہران کی ذات کے اردگرد کی ہر چیز سے غافل کر دیا۔

"بیٹے مہران کو کافی بنا کر دو نا۔۔۔ اور مہران تم کافی کے ساتھ یہ لوازمات بھی ضرور ٹرائی کرنا۔ دعا نے خود بنائے ہیں۔"

"واقعی بہت ہی زبردست بنائی ہیں۔" عمر نے تائی امی کی بات کاٹتے ہوئے نعرہ لگایا تو وہ دعا کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"اگر واقعی دعا نے بنائی ہے تو بہت اچھی بات ہے مگر فی الحال میں صرف کافی لوں گا۔" اور دعا کو نجانے کیوں مہران کی، یہ تعریف زبردستی کی تعریف محسوس ہوئی۔ ایسے جیسے کوئی فرض پورا کیا گیا ہو جبکہ دوسری طرف ثمین اس کے احساسات سے بے خبر مہران سے اپنی ہی منوانے پر مصر تھی۔

"بھائی! آپ ٹرائی تو کر کے دیکھیں، اتنی محنت سے دعا نے بنائی ہے۔ آئی ایم شیور کہ آپ کو ضرور پسند آئیں گی۔"

"پلیز ثمین ڈیئر! ابھی نہیں اور دیکھو میں کمرے میں جا رہا ہوں، میری کافی وہیں لے آنا۔" ثمین کو قطعیت سے منع کرتے ہوئے وہ نئی ہدایت جاری کرتا ہوا بے نیازی سے اپنا بریف کیس اٹھائے اندر کی جانب چل دیا تو دعا اس مغرور انسان کو دیکھ کر رہ گئی جسے کسی کا دل بھی رکھنا نہیں آتا تھا۔

☆ ☆ ☆

آج "شاہ ہاؤس" میں معمول سے بڑھ کر رونق تھی۔ وجہ ایک تو ہفتہ وار تعطیل اور دوسری ثانیہ اور احمر کی علی الصبح آمد تھی جس کے باعث گھر میں آج خاصا ہنگامہ برپا تھا۔

صبح سویرے احمر اور ثانیہ کی آمد کے بعد سب نے نہایت خوشگوار ماحول میں حلوہ پوری کا بھرپور ناشتا کرتے ہوئے خوب رونق لگائی اور ناشتے سے فارغ ہو کر ان پانچوں نے لان میں کرکٹ کھیلتے ہوئے وہ شور مچایا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ دعا نے آج نجانے کتنے دن بعد دل کھول کر قہقہے لگاتے ہوئے خوب انجوائے کیا تھا اور اسے خوش دیکھ کر ان چاروں سمیت آغا جی اور تائی امی بھی نہایت خوش اور مطمئن ہو چلے تھے۔

اگلے دو گھنٹے لان میں خوب ہنگامہ مچانے کے بعد وہ سب اب لاؤنج میں بیٹھے اسکواش پیتے ہوئے اپنی توانائیاں بحال کرنے کے ساتھ ساتھ خوب زور و شور سے گفتگو میں بھی مصروف تھے۔ جب اچانک کسی بات پر احمر نے دعا کی چوٹی کھینچی تو بے ساختہ ایک دلدوز چیخ کے ساتھ وہ اپنے بال چھڑاتے ہوئے اس پر کشنز

کے ساتھ حملہ آور ہو گئی جبکہ باقی سب ہنستے ہوئے ان دونوں کو "ہلہ اپ" کرنے لگے اور عین اسی لمحے جب لاؤنج میں برپا ہنگامہ اپنے عروج پر تھا غصے سے بھرا مہران تیزی سے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر ان سب کے سر پر آپہنچا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ کچھ تمیز بھی ہے تم لوگوں کو یا نہیں؟ اندر کمرے میں میرا فرینڈ آیا ہوا ہے اور تم لوگوں نے اس قدر شور مچا رکھا ہے کہ بات کرنا محال ہو گیا ہے اور دعا۔۔۔ یہ تم ابھی کس خوشی میں چیخی تھیں؟" اس کی گرجدار آواز پہ یک دم ان سب کو سانپ سونگھ گیا۔ احمر کے ساتھ ساتھ سب ہی سنبھل کر مؤدب ہو بیٹھے جبکہ لاؤنج کے بیچوں بیچ ہاتھ میں کشن لیے کھڑی دعا تو یوں کا رخ اپنی جانب مڑتا دیکھ کر بے اختیار ہراساں ہو گئی۔

"و۔۔۔ میں۔۔۔ مہران بھا۔۔۔ بھائی۔۔۔ میرے بال۔۔۔" اس کی غصے سے گھورتی نگاہوں کو خود پہ مرکوز پایا تو رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ زبان اس قدر لڑکھڑائی کہ بات کرنا مشکل ہو گیا جبکہ اس کی حواس باختگی پہ ان سب کی "کھی کھی" شروع ہو چکی تھی۔

"خاموش ہو جاؤ تم سب۔" مہران کی دھاڑ پر ایک بار پھر کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"اور دعا۔۔۔ یو آر ناٹ اے کڈ" آئندہ اس طرح کی فضول حرکت کرنے سے پہلے ذرا اپنی عمر دیکھ لینا۔"

اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے پلٹ کر لاؤنج سے باہر نکل گیا جبکہ دوسری طرف دعا کی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والی کیفیت تھی۔ اس قدر تذلیل وہ بھی سب کے سامنے۔ لمحوں میں اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، جنہیں سر جھکاتے ہوئے بڑی مشکل سے اس نے بہنے سے روکا۔

"دعا۔۔۔ آر یو آل رائٹ؟" ثمین اور تانیہ مہران کے نکلتے ہی تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس آئیں۔ کمرے میں موجود تمام افراد کو ہی مہران کے روڈ انداز پر بے اختیار افسوس ہوا۔

"لیس' آئی ایم فائن۔" خود کو بڑی مشکل سے سنبھالتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"ڈیٹس لائیک آ بریو گرل۔۔۔ چلو یار! آج لنچ باہر کرتے ہیں۔" احمر نے چند لمحے پہلے ہونے والی بدمزگی کا اثر ـــــــــــــــ زائل کرنے کو کہا۔ نجانے کیوں وہ اس نازک سی لڑکی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میں۔۔۔ یہ میں کیا سن رہی ہوں۔۔۔ لنچ کی آفر اور وہ بھی احمر کنجوس کی طرف سے۔ عمر! پلیز ذرا باہر نکل کر دیکھنا آج کہیں سورج مغرب سے تو طلوع نہیں ہوا۔" ثمین نے احمر کی پیسہ سنبھال کر خرچ کرنے کی عادت پہ چوٹ کرتے ہوئے حیران ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کی تو احمر کے علاوہ ہر کوئی ہنس پڑا اور دعا کو یوں مسکراتے دیکھ کر ایک عجیب سا اطمینان احمر کی ذات کا احاطہ کر گیا۔



"ہیلو' السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" فون کی مسلسل بجتی گھنٹی پہ دعا نے تیزی سے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف کسی لڑکی کے شائستگی سے سلام کرنے پر جواباً اس نے سلامتی بھیجتے ہوئے آواز پہچاننے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔

"جی مہران گھر پہ ہیں؟" دوسری طرف اس کا جواب سنتے ہی بے تکلفی سے مہران کا نام لیتے ہوئے پوچھا گیا تو نجانے کیوں دعا کی ساری بے نیازی لمحوں میں ہوا ہو گئی۔ مہران کی دوستی کسی لڑکی سے بھی تھی اس بات کا علم اسے ابھی ہوا تھا۔

"جی۔۔۔ جی ہیں۔۔۔ مگر آپ کون؟" اپنی بے چینی چھپاتے ہوئے اس نے سابقہ انداز برقرار رکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ان کی فرینڈ' ماہین بات کر رہی ہوں۔ آپ پلیز ذرا مہران کو بلا دیجیے۔" اس کے استفسار پہ اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس لڑکی نے اپنا مدعا بیان کیا تو نا چاہتے ہوئے بھی دعا مہران کے کمرے کی جانب چل دی۔

"یس! کم ان۔۔۔" دستک کے جواب میں مہران کی آواز آئی تو دعا ذرا سا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

"مہران بھائی! آپ کا فون ہے۔"

"میرا فون۔۔۔؟ کون ہے۔۔۔؟" مہران نے اٹھتے ہوئے پرسوچ انداز میں پوچھا تو دعا کو ایک پل کے لیے سمجھ نہیں آیا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

"آپ۔۔۔ آپ کی فرینڈ ہیں ماہین۔" لمحے میں فیصلہ کرتے ہوئے اس نے کہا اور بغور خود سے ایک قدم آگے چلتے مہران کا چہرہ دیکھا جس پر اس کے جواب نے شناسائی کا تاثر پیدا کر دیا تھا۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی مہران تیزی سے فون کی جانب بڑھا تو دعا غیر ارادی طور پہ میگزین ریک میں سے ایک رسالہ اٹھاتے ہوئے وہیں صوفے پر بظاہر بے نیاز۔۔۔ مگر درپردہ پوری توجہ ہونے والی گفتگو پر مرکوز کرتے ہوئے بیٹھ گئی۔ حالانکہ دماغ نے اس غیر اخلاقی حرکت پہ بے اختیار اسے سرزنش کی تھی جسے اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے نظرانداز کر دیا۔

"ہیلو۔۔۔ ارے اللہ کی بندی بات تو سنو۔ میں اپنا موبائل آفس میں ہی بھول آیا ہوں' جب ہی تو۔۔۔" اپنی بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اس نے چند لمحے خاموشی سے دوسری طرف کی بات سنی اور اچانک اس کا قہقہہ پورے لاؤنج میں گونج گیا۔

"نہیں یار! پہلے بھی ایسا ہوا ہے جو آج ہوتا۔۔۔ ہاں بابا۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔ ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔ اوکے۔۔۔ ڈن سی یو۔۔۔ اللہ حافظ۔" مسکراتے ہوئے مہران فون رکھ کر جونہی پلٹا نظر سیدھی صوفے پر براجمان دعا پر پڑی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" خوبرو چہرے پر سجی گہری آنکھوں میں یک دم ناگواری کی لہر دوڑ گئی تو دعا کا دل اپنی متوقع "عزت افزائی" کے احساس سے کانپ اٹھا۔

"اور کہا مانو اپنے اس فضول دل کا۔۔۔" دماغ نے کھری کھری سنائی تو وہ اپنے لب کاٹ کر رہ گئی۔

"میں۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ میگزین پڑھ رہی تھی مہران بھائی۔" ہچکچاتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا میگزین آگے کرتے ہوئے کہا۔

"جب تم جانتی تھیں کہ میرا فون آیا ہے تو تم اس میگزین کو لے کر باہر بھی جاسکتی تھیں یا اب تمہیں بچوں کی طرح یہ بھی سمجھانا پڑے گا کہ جب کوئی فون پر بات کر رہا ہوتا ہے تو اسے اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔"

"م۔۔۔ م۔۔۔ مگر میں نے تو دھیان تک نہیں دیا مہران بھائی!" اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لیے اس نے بے اختیار جھوٹ کا سہارا لیا تو لہجہ کپکپا گیا۔

"دعا۔ بات دھیان کی نہیں 'اصول' کی ہے۔" مہران نے لب سے قدرے نرمی سے کہا تو شرمندگی کے احساس نے دعا کا چہرہ سرخ کر ڈالا۔

"تو۔۔۔ آئی ایم سوری مہران بھائی! مجھے اس بات کا خیال نہیں رہا۔"

"اٹس او کے۔ بٹ بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم۔" بے تاثر چہرے کے ساتھ کہتا ہوا وہ بے نیازی سے پلٹ کر باہر نکل گیا تو دعا کے دل نے مہران کے سامنے اپنی اس فضول حرکت پر بے اختیار ڈوب مرنے کی تمنا کی۔ رہی سہی کسر مہران شاہ کے غصے اور بے نیازی نے پوری کر ڈالی۔ آناً" فاناً" اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں جنہیں صاف کرتے ہوئے ایک گہری سانس اس کے لبوں سے نکل گئی۔

"کیا کبھی میں ان بے نیاز اور مغرور آنکھوں کو اپنی ذات کے لیے بے قرار دیکھ سکوں گی۔؟" روح کی گہرائیوں سے ایک سوال بازگشت بن کر اس کے اندر گونج اٹھا۔

"یہ۔۔۔ یہ میں کیسی باتیں سوچ رہی ہوں۔ یہ مجھے کیا ہوتا جارہا ہے؟ اگر کسی کو میرے ان فضول خیالات کے بارے میں پتا چل جائے تو وہ میرے بارے میں کیا سوچے گا۔ شیم آن یو دعا عباس! شیم آن یو۔" اگلے ہی لمحے اس نے خود کو اپنی اس عجیب و غریب کیفیت پہ بری طرح لتاڑ دیا اور اپنا آپ سنبھالتے ہوئے تیزی سے اٹھ کر اپنے اور ثمین کے مشترکہ کمرے کی جانب چل دی۔

مگر خود کو سنبھالتے اور دل کو سمجھاتے سمجھاتے وہ بالآخر تھک کر رو پڑی۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ ہر ذی النفس گہری نیند کی آغوش میں تھا مگر اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ "ماہین کون ہے؟ اس کا مہران سے کیا تعلق ہے؟" سوالات نے ایک طرف تو اس کے اندر بے چینی و بے قراری پیدا کر رکھی تھی جبکہ دوسری طرف وہ خود اپنی اس کیفیت پہ حیران و پریشان تھی۔ مہران کی ذات اس کے لیے یکدم اتنی اہم کیوں ہو گئی ہے؟ اس سوال کا جو جواب دعا کے دل نے دیا تھا' پہلے پہل تو اس نے اس جواب کی پرزور تردید کرتے ہوئے خود اپنے ہی جذبوں کی نفی کر ڈالی مگر خود سے لڑنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی اور اس کا اندازہ دعا کو خود سے اور اپنے جذبوں سے لڑائی کی تھکن چند گھنٹوں کی لڑائی میں ہی ہو گیا تھا۔

اور جونہی اس نے تھک کر اپنے جذبوں کے آگے ہتھیار ڈالے' آنسو لڑیوں کی صورت اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔ مات چاہے خود سے ہی کیوں نہ کھائی جائے 'مات' مات ہوتی ہے اور اس کا احساس ہمیشہ تکلیف دہ ہی ہوتا ہے۔ خصوصاً" اس صورت میں جب آپ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں کہ آپ کی یہ شکست آپ کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچانے والی۔ آپ کے حصے میں صرف اور صرف خسارہ ہی آنا ہے جو آپ کی محرومیوں میں تو اضافہ کر سکتا ہے مگر آپ کے مقدر کے آسمان پر خوش بختی کا کوئی نیا ستارہ روشن نہیں کر سکتا۔ یہی احساس دعا عباس کو رلائے جارہا تھا۔ مہران شاہ کا اکھڑ اور مغرور انداز اس کی بے نیازی اور اس کے نزدیک خود دعا کی اہمیت۔ وہ چونکہ ہر ایک بات سے آگاہ تھی سو غم اور دکھ بھی سوا تھا۔



"آج تو میری بچی خوب سوئی' پہلے میں نے سوچا کہ اٹھادوں مگر پھر خیال آیا کہ کہیں رات کو طبیعت نہ

خراب ہوگئی ہو کیونکہ تم مجھے کل شام سے ہی تھکی تھکی لگ رہی تھیں۔ ویسے طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" دعا منہ ہاتھ دھو کر لاؤنج میں آئی تو تائی امی نے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔

"جی تائی امی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ بس پریشان نہ ہوا کریں۔" دعا ان کی محبت بھری تشویش پر خود کو فریش پوز کرتے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر ان کا گال چومتے ہوئے بولی تو وہ بے اختیار اسے خود میں سموتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"ارے کیسے نہ پریشان ہوا کروں' تم اپنا خیال بھی تو نہیں رکھتیں۔ اب بھی دیکھو آنکھیں کیسی سوجی ہوئی ہیں۔ کہیں تم رات بھر روتی تو نہیں رہیں؟" اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے ایک بار پھر وہ تشویش بھری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگیں تو وہ بے اختیار گھبرا اٹھی۔

"نن... نہیں... میں بھلا کیوں رووں گی تائی امی! آج شاید میں معمول سے زیادہ سوئی ہوں اسی وجہ سے آنکھیں سوج گئی ہوں گی۔" پل میں خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے غیر محسوس انداز میں ان کی طرف سے رخ موڑتے ہوئے جواب دیا تو وہ جیسے مطمئن سی ہوگئیں۔

"اچھا تم پہلے جا کر ناشتا کرو پھر میرے پاس آنا۔"

"کیوں' کوئی کام ہے تائی امی؟" ان کے پرسوچ انداز پہ وہ ان کی طرف پلٹتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"ہاں بیٹا! کل کی تقریب کے سلسلے میں مہمانوں کو فون کر کے انوائٹ کرنا ہے۔"

"کل کی تقریب؟" بے دھیانی میں اس نے پوچھا تو تائی امی حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیوں بیٹا! بھول گئیں کیا۔ عمر کی انجینئرنگ کی سیٹ ملنے کی خوشی میں تمہارے تایا جی نے جو ڈنر ارینج کیا ہے' وہ کل ہی تو ہے۔" نرمی سے انہوں نے اسے یاد دہانی کروائی تو وہ بے اختیار شرمندہ ہوگئی۔

"اوہ... وہ تقریب... آئی ایم سوری تائی امی! مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ کل بارہ تاریخ ہے۔"

"اٹس اوکے بیٹا! اب تم جاؤ اور جلدی سے ناشتا کر کے میرے پاس آؤ۔"

"جی' بس میں یوں گئی اور یوں آئی۔" دعا نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تو انہوں نے فوراً اسے ٹوک ڈالا۔

"کوئی ضرورت نہیں' یوں جانے اور یوں آنے کی۔ تسلی سے ناشتا کر کے آؤ۔ ذرا اپنی صحت دیکھو' دن بہ دن کمزور ہوتی جا رہی ہو۔"

"لیں' اتنی تو موٹی ہوگئی ہوں گھر میں بیٹھے بیٹھے۔" ان کے ٹوکنے پر وہ مسکرا کر بولی تو اس کی مبالغہ آرائی پہ تائی امی اسے گھور کر دیکھنے لگیں۔

"بیٹا! چونکہ مجھے تم کہیں سے بھی موٹی نہیں لگتیں' سو جان! جیسا کہہ رہی ہوں' ویسا ہی کرو۔" اور دعا ان کے ممتا بھرے حکم پہ بے ساختہ ہنستی ہوئی کچن کی جانب چل دی۔



آج بہت عرصے کے بعد "شاہ ہاؤس" میں کسی تقریب کا انعقاد ہوا تھا سو سب کچھ بہت... اچھا لگ رہا تھا۔ سجے بنے' ہنستے مسکراتے چہرے اس خوبصورت منظر کو جیسے چار چاند لگا رہے تھے۔ حالانکہ صرف خاندان کے افراد' چند رشتہ دار اور کچھ قریبی دوست ہی تھے مگر پھر بھی اچھی خاصی رونق ہوگئی تھی۔

دعا جس وقت تیار ہو کر باہر لان میں آئی' تقریباً سب ہی مہمان آچکے تھے جن کے درمیان عمر نہایت بن ٹھن کر اور اکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ دعا کی نظر جب اس پہ پڑی تو اس کے... شاہانہ انداز و اطوار پہ بلا ارادہ ہی ایک دلفریب مسکراہٹ اس کے لبوں کا احاطہ کر گئی۔ دوسری طرف عمر نے جو اسے یوں مسکراتے دیکھا تو سیدھا اس کے پاس چلا آیا۔

"کیا بات ہے دعا آپی! آج تو آپ بڑی اچھی لگ رہی ہیں۔ ہائے وا وے' یہ دھیمی دھیمی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کر کس پہ بجلیاں گرانے کا ارادہ ہے؟"

"کم از کم تم پر تو ہرگز نہیں۔" دعا نے شرارت سے جواب دیا تو وہ ایک ادا سے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولا۔

"ہائے... کاش میں آپ سے بڑا ہوتا۔ قسم سے آپ نے دنیا میں پہلے آ کر مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔"

"بکواس مت۔" دعا نے ہنستے ہوئے اسے ایک دھپ رسید کی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ ثمین کہاں ہے؟" اس نے ارد گرد نظر دوڑاتے ہوئے عمر سے پوچھا تو وہ انگلی سے وسیع لان کے دوسری جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"وہ وہاں ٹیبل کے پاس مس نیمو فاروق کے ساتھ کھڑی ہیں۔"

"یہ مس نیمو فاروق کون ہیں بھئی؟" دعا نے اس کی نشاندہی پر دور کھڑی ثمین کے ساتھ موجود لڑکی کو ایک نظر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آغا جی کے دوست کی بیٹی ہیں۔ بہت ہی ڈیسنٹ اور پریکٹیکل قسم کی خاتون ہیں۔ اپنے فادر کا تقریباً سارا بزنس آج کل انہوں نے ہی سنبھال رکھا ہے۔" عمر نے عادت کے مطابق پوری تفصیل اس کے گوش گزار کی تو دعا ریسٹ کلر کے کپڑوں میں ملبوس اس لڑکی کو ستائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ویری امپریسو... میرے خیال میں ان سے ضرور ملنا چاہیے۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے آپی! جبکہ میرے خیال میں مجھے "ان" سے ضرور ملنا چاہیے۔" عمر اپنے بال سیٹ کرتا ہوا ایک کیوٹ سی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تو دعا ایک نظر اس لڑکی پر اور دوسری آگے بڑھتے عمر پر ڈال کر ہنستے ہوئے ثمین کی جانب چل دی۔

"السلام علیکم!" ثمین اور نیمو کے قریب پہنچنے پر دعا نے سلام کرتے ہوئے دونوں کو متوجہ کیا تو ثمین اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"دعا... یو آر لکنگ بیوٹی فل۔"

"تھینک یو۔" دعا نے ثمین کی بے ساختہ تعریف پر بلش ہوتے ہوئے کہا تو نیمو اس کے گلابی پڑتے چہرے کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"واقعی آپ تو سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی ہیں۔"

"تھینک یو۔ لیکن آپ بھی کچھ کم حسین نہیں لگ رہیں۔" دعا نے مسکراتے ہوئے جواباً نیمو کی تعریف کی تو وہ کھل کر ہنس دی۔

"میرے خیال میں اس پوری محفل میں تم دونوں وہ واحد خواتین ہو جو ایک دوسرے کی منہ پر تعریف کر رہی ہو اور وہ بھی بغیر کسی جان پہچان کے۔" ثمین نے مسکراتے ہوئے دونوں کو سراہا تو دعا ہنس کر بولی۔

"تو پھر دو نیک نیت لڑکیوں کو تم آپس میں انٹروڈیوس کیوں نہیں کروا دیتیں۔"

"شیور، وائے ناٹ۔ نیمو! یہ ہیں میری بہت عزیز کزن دعا اور دعا! یہ ہیں آغا جی کے بہت اچھے دوست انکل فاروق کی بیٹی نیمو۔"

"نائس ٹو میٹ یو دعا۔" نیمو نے دعا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے بھی مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"سیم ہیئر۔ ویسے آپ کرتی کیا ہیں؟" دعا کے پوچھنے پر نیمو اپنے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی اور یونہی ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کرتے ہوئے تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں ایک دوسرے سے خاصی بے تکلف ہو گئیں۔

کھانا لگنے پر وہ تینوں اپنی اپنی پلیٹیں لیے ایک ہی ٹیبل پر بیٹھی ہوئی کھانے میں مصروف تھیں جب اچانک مہران کے مخصوص کلون کی مہک دعا کو اپنے ارد گرد محسوس ہوئی۔ بے اختیار ایک گہری سانس لیتے ہوئے جونہی اس نے سر اٹھایا، نظر سیدھی نیمو کے قریب کھڑے مہران پر پڑی۔ جس کا شاندار سراپا بلیک سوٹنگ میں اس قدر جچ رہا تھا کہ ایک لمحے کو تو دعا آنکھیں جھپکنا بھول گئی جبکہ دوسری طرف مہران اس کی کیفیت سے بے نیاز مسکراتے ہوئے نیمو سے محو گفتگو تھا۔ مہران کی کسی بات پر نیمو نے بے ساختہ ہلکا

سا قہقہہ لگایا تو دعا جو پہلے ہی کھانے سے ہاتھ کھینچ چکی تھی، دونوں کے مسکراتے چہروں کو ایک ٹک دیکھنے لگی۔ نارسائی کا ایک عجیب روح کو چیرتا ہوا احساس اسے اپنے اندر تک اترتا محسوس ہوا۔ اسے پتا بھی نہیں چلا اور لمحوں میں اس کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔ یہ سوچ کہ مہران کے نزدیک اس کے علاوہ ہر کوئی اہم ہے اس طرح سے اس پر حاوی ہوئی کہ وہ ہر مصلحت کو بھلا بیٹھی۔ حتیٰ کہ پاس بیٹھی ثمین بھی اسے ان لمحوں میں یاد نہ رہی۔

☆ ☆ ☆

تقریب کے اختتام پر چند ایک کام نبٹانے کے بعد جب دعا اور ثمین اپنے کمرے میں آئیں تو رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے مگر تھکن کے باوجود نیند دونوں کی آنکھوں سے غائب تھی۔ یونہی چند لمحے خاموشی سے گزرے تو ثمین جو نجانے کب سے بات شروع کرنے کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہی تھی، دعا کو بلاارادہ پکار بیٹھی۔

"دعا!"

"ہوں!" اپنے ہی دھیان میں گم دعا نے بیڈ کی چادر ٹھیک کرتے ہوئے بے دھیانی سے جواب دیا تو ثمین کچھ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"دعا ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"تم مائنڈ تو نہیں کرو گی؟"

"پہلے کبھی تمہاری کسی بات کو مائنڈ کیا ہے جو آج کروں گی۔" ثمین کے عجیب سے انداز پہ دعا نے لب کے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ثمین کے لہجے میں کوئی بات ایسی ضرور تھی جو اسے چونکا گئی۔

"دعا۔۔۔ تم۔۔۔ تم مہران بھائی کو پسند کرتی ہو نا؟" ثمین نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو دعا کو محسوس ہوا جیسے کوئی بم ثمین نے اس کے سر پہ دے مارا ہو۔

اپنی ذات کی اس درجہ کمزوری، بے بسی کے احساس اور ثمین کے استفسار نے اسے لمحوں میں اس قدر نڈھال کر ڈالا کہ وہ فق چہرے کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

"دعا۔۔۔ پلیز خود کو سنبھالو۔ دیکھو، میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ تم یہ پانی پیو۔" ثمین نے اس کی حالت کے پیش نظر گھبرا کر تیزی سے پانی کا گلاس بھرتے ہوئے اسے تھمایا تو وہ ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر گئی۔

"دعا۔۔۔ تم اتنے کمزور اعصاب کی مالک تو کبھی نہ تھیں۔" ثمین نے افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ بے امانی اور بے سائبانی کس طرح انسان کو بزدل بنا دیتی ہے یہ کوئی دعا عباس سے پوچھتا۔

"کسی کو چاہنا اور وہ بھی پورے خلوص، نیک نیتی اور سچائی کے ساتھ کوئی جرم تو نہیں جو تم یوں خود کو گناہ گار سمجھتے ہوئے شرمندہ ہو رہی ہو۔" نرمی سے اس کے بال سنوارتے ہوئے ثمین نے اس کی ہمت بندھائی تو بے اختیار اس کے آنسو بہہ نکلے، جنہیں ثمین نے بڑی محبت سے اپنی انگلیوں پر چن لیا۔

"خبردار! جو اب تم روئیں۔ ویسے یار! ایک بات تو بتاؤ، تمہیں پوری دنیا میں یہ ہلاکو خان کے جانشین ہی ملے تھے محبت کرنے کو۔" لبوں پہ مسکراہٹ لیے وہ اب کے شرارت سے گویا ہوئی تو دعا روتے روتے ہنس دی۔

"دعا! ویسے ایک بات تو ماننی پڑے گی۔ تم نے ہم سب کی ایک بہت بڑی مشکل آسان کر دی ہے۔" اسے ریلیکس ہوتا دیکھ کر ثمین نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو دعا اس کا چہرہ تکنے لگی۔

"وہ یہ ڈیئر! کہ اب ہمیں "بھابھی" کی تلاش میں مارا مارا نہیں پھرنا پڑے گا کیونکہ ایک چاند کا ٹکڑا آل ریڈی ہمارے گھر میں موجود ہے۔"

ثمین نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ تھام لیے تو دعا کا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گیا جسے اس نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

"ثمین!"

"ہوں۔"

"تمہیں۔۔۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں۔۔۔"

"کہ تم مہران بھائی کو پسند کرتی ہو۔ ارے محترمہ! آج آپ جس طرح ہر طرف سے بے نیاز ہو کر مہران بھائی اور نمیرہ کو دیکھ رہی تھیں، میں تو کیا کسی عقل کے اندھے کو بھی یہ بات سمجھنے میں دیر نہ لگتی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔" ہنستے ہوئے ثمین نے اس کی الجھن دور کی تو بے اختیار دعا کی نظروں کے سامنے تھوڑی دیر پیشتر کا وہ منظر اور اپنی دگرگوں حالت گھوم گئی۔ دکھ کے احساس کے زیر اثر اس کے مسکراتے لب یک لخت بھینچ کر ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تو ثمین جیسے لمحوں میں اس کی کیفیت جان گئی۔

"دعا! ڈونٹ وری ایٹ آل۔۔۔ تم اب سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو، میں موقع ملتے ہی امی سے بات کرتی ہوں۔ اینڈ آئی نو کہ میری بات سب کو بہت پسند آئے گی۔" بات کے اختتام پہ ثمین نے اسے گلے لگا لیا تو دعا خوشی سے گنگ ہو گئی۔

اور اس سے پہلے کہ ثمین نزہت بیگم سے کچھ کہتی، ایک دن دعا کی غیر موجودگی میں وہ خود ہی مہران کی شادی کا موضوع چھیڑ بیٹھیں۔

"مہران بیٹا! تمہارا نمیرہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"اچھی ہے، سوبر اور پریکٹیکل سی۔"

"ہوں اور اگر میں پوچھوں کہ دعا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے تو۔۔۔؟" انہوں نے پرسوچ انداز میں اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تو وہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"دعا کے بارے میں۔۔۔؟ کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"ارے بابا میں شادی کے پوائنٹ آف ویو سے پوچھ رہی ہوں۔" اس کی ناسمجھی پہ ہنستے ہوئے انہوں نے اپنا مطلب بیان کیا تو لمحوں میں اس کے مسکراتے لب سکڑ گئے، جبکہ دوسری طرف پوری طرح مہران کی طرف متوجہ ثمین کا دل بھائی کے سکڑتے لبوں کے ساتھ ہی پوری قوت سے سکڑ کر پھیلا تھا۔

"امی! اگر آپ کے دل میں ایسا کوئی بھی خیال ہے تو پلیز اسے نکال دیجیے۔" پوری سنجیدگی سے اس نے آن واحد میں کمرے میں موجود دونوں نفوس کے دلوں میں روشن امید کی شمع کو اپنے ایک ہی جملے سے بجھا ڈالا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"کیوں بیٹا! دعا میں آخر کس چیز کی کمی ہے جو تم۔۔۔" نزہت بیگم نے دکھ کر خفگی سے پوچھنا چاہا تو مہران ان کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"بات کمی کی نہیں امی! بات میری پسند و ناپسند کی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ دعا کے ساتھ میری مینٹل انڈر اسٹینڈنگ ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی جیسی لائف پارٹنر میں چاہتا ہوں، دعا اس امیج پر پوری نہیں اترتی۔"

"تو کیا تم کسی کو پسند کرتے ہو؟" اس کی بات سنتے ہوئے نزہت بیگم نے اپنے تئیں نتیجہ اخذ کیا تو وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"امی! دعا کو اس لحاظ سے ناپسند کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں۔"

"اچھا تو پھر نمیرہ "اس لحاظ" سے کیسی ہے؟" انہوں نے ناراضگی سے "اس لحاظ" پر زور دیتے ہوئے پوچھا تو وہ خالی کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جیسے آپ بہتر سمجھیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اپنی بات مکمل کرتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب چل دیا تو ثمین نے جو اتنی دیر سے خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھی، اٹھ کر نزہت بیگم کے پاس چلی آئی۔

"امی! آپ پریشان مت ہوں میں مہران بھائی سے خود بات کر کے انہیں منانے کی کوشش کرتی ہوں۔ آخر دعا میں کس چیز کی کمی ہے جو وہ انکار کر رہے ہیں۔"

"بیٹا! وہ کہہ تو گیا ہے کہ دعا میں کوئی کمی نہیں مگر وہ اسے اس لحاظ سے پسند نہیں۔" گہرا دکھ لہجے میں

سموئے وہ تھک کر گویا ہوئیں تو ثمین ان کا ہاتھ تھام کر لجاجت سے بولی۔

"امی! آپ مجھے بات تو کرنے دیں۔ کیا پتا وہ مان جائیں اور دیکھیں پلیز نمیرہ کا ذکر بھی آپ فی الحال رہنے دیں۔"

"کیسے رہنے دوں بیٹا! بات میرے ہاتھ میں نہیں' تمہارے آغاجی کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے ہی مجھے دونوں پرپوزلز پہ مہران کا عندیہ لینے کو کہا تھا۔ وہ اس سال کے اندر اندر اس کی شادی سے فراغت چاہتے ہیں۔" وہ بے بسی سے بولیں تو ثمین ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔ ماں کی پوزیشن اور پریشانی کا اندازہ اسے باخوبی ہو گیا تھا۔

"اچھا آپ ایسا کریں کہ اس مسئلے پر آغاجی سے کوئی بات نہ کریں۔ میں آج رات ہی بھائی سے اس موضوع پر بات کرتی ہوں۔" انہیں سمجھاتے ہوئے آخر میں وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تو زہست بیگم محض سرہلا کر رہ گئیں۔



"ایکسکیوزمی بھائی! کیا آپ فارغ ہیں؟" دروازے پہ دستک دیتے ہوئے ثمین نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو بیڈ پر نیم دراز مہران ہاتھ میں پکڑی کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے بولا۔

"ہوں' آؤ ثمین! بیٹھو۔"

"تھینک یو۔ ویسے کون سی کتاب پڑھ رہے تھے آپ؟" بیڈ پر بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر پاس پڑی کتاب اٹھائی تو وہ دھیمے سے مسکرا دیا۔

"ثمین ڈیئر! جو بات کرنے آئی ہو' وہ کرو۔"

"بات ---؟ مجھے تو کوئی بات نہیں کرنی بھائی!" گڑبڑا کر اس نے کتاب رکھتے ہوئے معصومیت سے کہا تو وہ شرارت سے اسے دیکھنے لگا۔

"آر یو شیور سوئٹی!"

"آں --- نو ---" جھینپتے ہوئے کہا گیا تو مہران کا قہقہہ بے اختیار گونج اٹھا۔

"پلیز بھائی! آپ ہنسیں تو مت ---" ثمین اپنی خفت مٹانے کو بولی تو مہران اپنی ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے بولا۔

"او کے' نہیں ہنستا۔ تم کہو جو کہنا ہے۔"

"پہلے آپ وعدہ کریں کہ آپ مائنڈ نہیں کریں گے۔"

"نہیں کروں گا بابا۔" وہ اس کی پھیلی ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوا تو ثمین چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"بھائی! آپ --- آپ دعا کا پرپوزل ریجیکٹ مت کریں۔"

"ثمین! میرے خیال میں اس موضوع پر مزید بات کرنا بے کار ہے۔" اس کی بات کے جواب میں پوری سنجیدگی سے کہا گیا تو ثمین بھائی کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔ پہلا جملہ ہی اس قدر حوصلہ شکن تھا کہ کتنے ہی لمحے اسے اپنی ہمت مجتمع کرنے میں لگ گئے۔

"کیوں؟ کیوں بے کار ہے بھائی --- آپ کو پتا ہے کہ یہ ہم سب کی دلی تمنا ہے کہ دعا آپ کی شریک سفر بنے۔"

"میں جانتا ہوں مگر ---"

"مگر شاید آپ یہ نہیں جانتے کہ دعا آپ میں انٹرسٹڈ ہے۔" تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے ثمین نے ایک نیا انکشاف کیا تو مہران کو گویا سانپ سونگھ گیا' مگر اگلے ہی پل غیظ و غضب سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"شٹ اپ ثمین! تمہیں پتا ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" یک دم بیڈ سے کھڑے ہوتے ہوئے وہ دھاڑا تو اپنے کمرے سے نکلتی دعا بے اختیار مہران کی آواز پر تیزی سے اس کے کمرے کی جانب لپکی مگر اس سے پہلے کہ وہ دروازے پر دستک دیتی' اندر سے آتی ثمین کی آواز نے اس کا ہاتھ بلند ہونے سے پہلے ہی روک دیا۔

"مجھے تو معلوم ہے بھائی کہ میں کیا کہہ رہی ہوں مگر شاید آپ کو نہیں پتا کہ آپ دعا اور ہم سب کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی کرنے جا رہے ہیں۔" ثمین کے منہ

سے اپنا نام سنتے ہی باہر کھڑی دعا کو یہ جاننے میں محض ایک لمحہ ہی لگا کہ اندر کون سا موضوع زیر بحث ہے۔ نا چاہتے ہوئے بھی تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ وہیں دروازے کے پاس کھڑی ہو گئی۔

"انف از انف۔ اگر تم نے ایک لفظ بھی اور کہا تو میں ابھی اور اسی وقت دعا..."

"بھائی! آپ دعا کو کچھ نہیں کہیں گے۔" ثمین نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تو وہ جیسے مزید بھڑک اٹھا۔

"کیوں؟ کیوں نہیں کہوں گا بلکہ اس کی تو میں ایسی طبیعت صاف کروں گا کہ سارا عشق و عاشقی کا خناس دماغ سے نکل جائے گا۔"

"بھائی! آپ دعا کے جذبات کی توہین کر رہے ہیں" اب کے ثمین نے بھی غصے سے اسے ٹوکا تو وہ تنفر سے ہنکار ابھرتے ہوئے بولا۔

"ہونہہ... توہین... تو تمہارا کیا مطلب ہے کہ میں اس تھرڈ کلاس ہیروئن کی ان عامیانہ باتوں کو سلوٹ مارتا پھروں۔"

اور باہر کھڑی دعا میں اس سے زیادہ سننے کی نہ طاقت تھی اور نہ ہمت۔ اپنے آبگینے جیسے نازک اور پاکیزہ جذبات کی اس سے زیادہ تذلیل وہ برداشت نہ کر سکتی تھی۔ سو زار و قطار روتے اور اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹتے وہ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں پہنچی، جہاں داخل ہوتے ہی اس کا خود پر سے اختیار اٹھ گیا۔

دل کی دنیا آباد ہونے سے پہلے ہی اس بے دردی سے اجاڑ دی گئی تھی کہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ روح تک لہولہان ہو گئی تھی۔ مہران نے لمحوں میں بہت سفاکی سے اس کے اولین خوابوں، معصوم ارمانوں اور سب سے بڑھ کر اس کے پرخلوص جذبات کا خون کیا تھا۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے۔ ہر لحاظ سے زیاں کا احساس اس قدر شدید تھا کہ اسے اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں دل اپنے خدا سے اس وقت صرف اور صرف موت کا طلب گار تھا۔

اور تذلیل کے ان جان لیوا لمحات میں روتے، تڑپتے، برستی آنکھوں اور ٹوٹے دل کے ساتھ دعا عباس نے زندگی میں پہلی بار خود اپنی ذات سے کوئی عہد کیا اور وہ عہد تھا مرتے دم تک مہران شاہ سے نفرت کرنے اور اسے کبھی بھی معاف نہ کرنے کا۔



"اب کیسی طبیعت ہے بیٹا!" دعا کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر تائی امی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا تو وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے... مجھے کیا ہوا ہے تائی امی!" اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پریشانی سے پوچھا تو وہ اس کی گھبراہٹ دیکھتے ہوئے تسلی دینے والے انداز میں بولیں۔

"کچھ بھی تو نہیں میری جان!"

"تو یہ میں آپ کے کمرے میں کیا کر رہی ہوں۔" اس نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے پھر سے سوال کیا۔

"آں... آں... لیٹی رہو..." وہ اسے ٹوکتے ہوئے پاس پڑا تھرمامیٹر اٹھانے لگیں تو وہ جیسے چڑ گئی۔

"تائی امی! آپ بتاتی کیوں نہیں کہ مجھے کیا ہوا ہے۔"

"بیٹا! بہت تیز بخار رہا ہے تمہیں پرسوں رات سے۔" وہ نرمی سے گویا ہوئیں تو وہ حیرانی سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔

"پرسوں رات سے؟ مگر مجھے تو پتا نہیں چلا..."

"بیٹا! تم ہوش میں ہوتیں تو کچھ پتا چلتا نا۔ بخار اتنا شدید تھا کہ تم سارا وقت بے سدھ پڑی رہیں۔ آج کہیں جا کر ٹمپریچر ذرا کم ہوا ہے تو تم نے آنکھیں کھولی ہیں۔" آخر میں انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی تو وہ انہیں الجھی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ پوچھتی کمرے کا دروازہ کھول کر ثمین اندر داخل ہوئی اور ثمین پر نظر پڑتے ہی اس کے ذہن کے خالی پردے پر اس درد بھری رات کا ہر اذیت

تاک لمحہ بھر سے روشن ہو گیا۔ دکھ اور تکلیف کے احساس کے زیر اثر اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں' جبکہ دوسری طرف اس کی حالت سے بے خبر تائی امی' ثمین سے اس کی کنڈیشن ڈسکس کرنے کے بعد اسے اب چند ایک ہدایات دے رہی تھیں۔

"تم اب دعا کے پاس بیٹھو تاکہ میں اس کے لیے جوس لے آؤں اور ساتھ ہی تمہارے آغا جی کو بھی فون کر کے صدقے کے بکرے کا کہہ دوں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں تو ثمین خاموشی سے اس کے پاس آبیٹھی اور نرمی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"دعا! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"

"ٹھیک ہوں۔" بند آنکھوں سے اس نے جواب دیا تو ثمین اس کے مرجھائے چہرے کو بغور دیکھنے لگی۔ اس رات شدید غصے کے عالم میں جب وہ مہران کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آئی تھی تو کمرے کے وسط میں بے ہوش دعا نے جہاں اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے' وہیں اسے اس بات کا بھی اشارہ دے ڈالا تھا کہ دعا کی اس حالت کی ذمہ دار ان دونوں بھائی بہن کے مابین ہونے والی گفتگو ہے اور یہ خیال کہ کہیں دعا نے ان دونوں کی باتیں سن نہ لی ہوں۔ خود اس کے لیے سوہان روح تھا۔

ابھی بھی وہ دعا پر نظریں جمائے اسی بارے میں سوچ رہی تھی' جب آہستگی سے اس نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے ثمین کو دیکھا اور آنسوؤں میں ڈوبی ان آنکھوں نے اسے اندر تک چیر ڈالا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

"دعا!" تڑپ کر ثمین اس کے گلے لگ گئی تو وہ ایک بار پھر بکھر کر رو دی۔

"پلیز دعا! بڑی مشکلوں سے تمہاری طبیعت سنبھلی ہے' تم یوں رو کر خدارا خود کو نڈھال نہ کرو۔" اس کی حالت کے پیش نظر ثمین نے اگلے ہی پل خود کو سنبھالتے ہوئے دعا کے آنسو اپنی پوروں سے صاف کیے اور سہارا دے کر اسے بٹھاتے ہوئے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا۔

"دعا! میرا بھائی بہت بدنصیب ہے جو تمہاری محبت کی قدر نہ کر سکا۔ تم دیکھنا وہ ایک دن اپنے کیے پر کتنا پچھتائے گا۔" ثمین گہرے دکھ کا احساس لیے بولی تو مہران کے ذکر پر دعا جیسے تڑپ کر رہ گئی۔

"پلیز ثمین! مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی دوبارہ اس موضوع پر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوگی۔ پلیز۔"

دعا نے التجائیہ انداز میں کہتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام لیے تو ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

دعا کی صحت یابی کے بعد جونہی تائی امی نے آغا جی تک مہران کا فیصلہ پہنچایا۔ اس سے اگلے ہی دن تائی امی اور پھپھو کے ساتھ باقاعدہ مہران کا رشتہ لے کر فاروق ہمدانی کے گھر جا پہنچے' جنہوں نے رسماً بھی سوچنے کا وقت نہ مانگا اور یوں اسی شام دونوں کا رشتہ اور ساتھ ہی منگنی کی تاریخ بھی طے کر دی گئی۔

دعا کو جب ثمین کے ذریعے مہران کی منگنی طے پا جانے کی خبر ملی تو کمال ضبط سے اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو اپنے اندر اتارتے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر سب گھر والوں کو مبارک باد دی اور خوشیوں کے سیلاب میں مہران شاہ نے نمیرہ فاروقی کی مخروطی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنائی۔ اسی گلابی شام کی تاریک اور اداس رات میں دعا عباس نے چھت کی تنہائی میں آخری بار اپنی زندگی کی اولین محبت کا جی بھر کے ماتم کیا تھا۔ اس شب اس نے اپنے ہاتھوں اپنے ہر اس جذبے کا گلا ہمیشہ کے لیے گھونٹ ڈالا' جس کا تعلق مہران شاہ کی ذات سے تھا اور یوں اپنے دل کی سرسبز زمین کو اپنے ہی ہاتھوں اجاڑتے اور برباد کرتے اسے کتنی تکلیف ہوئی تھی' یہ وہی جانتی تھی اور اب اس تکلیف اور اذیت کو اسے ہمیشہ یاد رکھنا تھا۔ یہ دعا عباس کا خود سے کیا گیا دوسرا عہد تھا۔



وقت سست روی سے ہی سہی مگر گزر رہا تھا اور اس

گزرتے وقت کے ساتھ دعا نے بھی خود کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔ ویسے بھی جس مہران شاہ سے اس نے خاموش محبت کی تھی' وہ تو کوئی اور تھا جبکہ جو مہران "شاہ ہاؤس" کا مکین تھا' وہ تو نمیرہ فاروق کا منگیتر تھا اور چونکہ نمیرہ فاروق کے منگیتر کا ہونا نہ ہونا اس کے لیے برابر تھا' سو زندگی بغیر کسی نئی الجھن کے اپنی پرانی ڈگر پر ہی رواں دواں تھی۔ ویسے بھی جب جذبات بے موت مر جائیں اور زندگی سے بھرپور دل ناحق کسی کی بے اعتنائی اور نفرت کی آگ میں جھلس کر لق و دق صحرا میں تبدیل ہو جائے تو ہر احساس از خود مر جاتا ہے اور احساسات کی یہ موت بھی کبھی انسان کے لیے بڑی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔

وہ بے حسی ہے شکست دل سے منیر
کوئی بچھڑ کر چلا جائے تو غم نہیں ہوتا

بس کچھ یہی حال اب دعا عباس کا ہو چلا تھا اور اس کی اس روش نے جہاں ایک طرف اس کی عزت پندار اور انا کو مہران شاہ کے سامنے بکھرنے سے بچایا تھا' وہیں دوسری طرف ثمین کی نظروں میں اس کے حوصلے' ہمت' صبر اور اعلا ظرفی کا مقام بلند کر ڈالا تھا۔

اور آج جبکہ مہران شاہ' نمیرہ کے ہمراہ ساری ینگ پارٹی کے بے حد اصرار پر انہیں اپنی منگنی کی "ٹریٹ" کے طور پر پی سی میں ڈنر کروانے لے جا رہا تھا تو ثمین کو اس بات کا پکا یقین تھا کہ دعا ان کے ساتھ ہرگز نہیں جائے گی مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دعا میرون کلر کے کاٹن کے سوٹ میں نہایت سادگی سے تیار ہو کر لاؤنج میں پہنچی۔ بظاہر نازک سی یہ لڑکی کس قدر مضبوط اعصاب کی مالک تھی' اس بات کا اندازہ صحیح معنوں میں ثمین کو اس لمحے ہو رہا تھا۔

"چلیں۔" مہران رسٹ واچ پہنتا ہوا ان پانچوں کے قریب پہنچا تو احمر گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے بولا۔

"مہران۔۔۔ نمیرہ کا کیا پروگرام ہے؟"

"ہم ہوٹل جاتے ہوئے اسے راستے میں پک کر لیں گے۔" جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے وہ بولا تو ثمین ایک نظر خاموش بیٹھی دعا پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"میرے خیال میں بھائی! آپ اپنی گاڑی میں نمیرہ کو لیتے ہوئے ہوٹل پہنچ جائیں جبکہ ہم سب احمر کے ساتھ اس کی کار میں ڈائریکٹ ہوٹل پہنچنے کی کرتے ہیں۔"

"ہاں' یہ ٹھیک ہے۔ ہم وہاں تمہاری ریزروڈ کی ہوئی ٹیبل پر تمہارا انتظار کریں گے۔" احمر نے ثمین کی تجویز کو سراہتے ہوئے پروگرام ان کیا تو مہران "اوکے" کہتا ہوا سب کے ساتھ باہر پورچ میں چلا آیا۔

نمیرہ کی ہمراہی میں مہران شاہ جب ہوٹل پہنچا تو ان سب کو اپنا منتظر پایا۔

"السلام علیکم بھابھی!" احمر اور عمر نے نمیرہ کو شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا تو مہران کے ساتھ ساتھ نمیرہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ چونکہ منگنی کے بعد نمیرہ سے یہ ان سب کی پہلی مشترکہ ملاقات تھی' سو سب کی شوخیاں عروج پر تھیں۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہیں آپ دونوں؟" کرسی سنبھالتے ہوئے جواباً وہ ان کا حال احوال دریافت کرنے لگی۔

"اور دعا! تم سناؤ کیسی ہو؟" خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھی دعا نے نمیرہ کی آواز پر جونہی پلکیں اٹھائیں' نظر سیدھی سامنے بیٹھے مہران شاہ کی نظر سے جا ٹکرائی جو بہت غور سے اس کے تاثرات جانچنے میں مصروف تھا۔

"جی بس۔۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں بھابھی! آپ سنائیں؟" اگلے ہی لمحے گہری مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے اس نے قصداً "نمیرہ کی بجائے بھابھی کہا تو ساتھ بیٹھی ثمین اسے دیکھ کر رہ گئی جبکہ مہران کا چہرہ ناقابل فہم تاثرات سے سج گیا۔

"آئی ایم فائن ٹو۔۔۔ بائے دا وے' یو آر لکنگ گریٹ ان میرون کلر۔"

"شی لکس گریٹ ان ایوری کلرز۔" درندیدہ نظروں سے احمر نے دعا کا جائزہ لیتے ہوئے نمیرہ کے کمنٹ کے جواب میں کہا تو یوں سب کے سامنے تعریف پر دعا بے

ساختہ بلش ہوتے ہوئے احمر کو گھورنے لگی اور ہال کی مدھم روشنیوں میں دعا عباس کا یقینا" یقینا" سایہ دلکش روپ ایک لمحے کو ہی سہی لیکن سدا کے بے نیاز اور مغرور مہران شاہ کی ساری توجہ سارا ارتکاز اپنی جانب مبذول کروا گیا۔

یونہی ہلکی پھلکی گفتگو کے دوران خوشگوار ماحول میں کھانا کھاتے ہوئے وہ سب خوب انجوائے کر رہے تھے' جب اچانک نیہو کی نظر ایک ٹیبل پر بیٹھے چند مرد حضرات پر پڑی۔

"ایکسکیوز می ایوری باڈی۔ میں ابھی آئی۔" وہ سب سے ایکسکیوز کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی جانب چل دی تو ٹیبل پر موجود تمام افراد نے ایک پل کے لیے کھانے سے ہاتھ روکتے ہوئے تیز قدموں سے آگے بڑھتی نیہو کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کندھے اچکا دیے جبکہ مہران کی نگاہیں نیہو پر ہی مرکوز رہیں جو اب نہایت خوش اخلاقی سے ہنستے ہوئے ٹیبل پر موجود حضرات سے محو گفتگو تھی۔

"کون تھے یہ لوگ؟" تقریباً" دس منٹ کے بعد نیہو نے کرسی واپس سنبھالی تو مہران نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔ سوائے نیہو کے سب ہی کو اس کے موڈ کے آف ہو جانے کا اندازہ ہو چلا تھا۔

"یہ پاپا کے بہت اچھے فرینڈز ہیں اور ان سے ہمارے کافی اچھے بزنس ریلیشنز بھی ہیں۔ کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو تم بھی چل کر ان سے مل لینا۔" نیہو مہران کے لہجے پر غور کیے بغیر کھانے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بے نیازی سے بولی تو اس کے شاہانہ انداز پر احمر شرارت سے کھنکارنے لگا۔

"نیہو! میں بزنس کے حوالے سے جان پہچان رکھنے والوں کو اپنی پرسنل لائف اور اپنی فیملی سے دور رکھنا پسند کرتا ہوں۔ لہٰذا یو آر آپارٹ فرام مائی فیملی 'سو بی کیئرفل نیکسٹ ٹائم۔" نیہو کی طرف دیکھے بنا مہران نے نہایت سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی تو وہ اپنی ساری بے نیازی بھول بھال کر حیرانی سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔ مہران اسے یوں سب کے سامنے ٹوک دے گا اس بات کا تو اس نے گمان بھی نہ کیا تھا۔

"مگر مہران! میں تو..." خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے کچھ کہنا چاہا تو مہران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے جیسے بات ختم کر دی۔

"آپ دونوں اگر کھانے سے فارغ ہو چکے ہوں تو ڈیزرٹ آرڈر کریں؟" شمین نے ماحول کی کشیدگی دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بات بدلی تو مہران نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے خود پر قابو پایا۔

"میرے خیال میں ڈیزرٹ نیہو کی پسند سے منگوائی جائے۔ کیوں نیہو؟" اگلے ہی پل مہران نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے آخر میں نیہو سے تائید چاہی تو وہ ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے خاموشی سے مینو کارڈ کی جانب متوجہ ہو گئی جبکہ مقابل بیٹھی دعا' مہران کی اس مصلحت پسندی پہ ہلکی سی ہنسی سے مسکرا دی۔ نجانے کیوں لیکن اس لمحے اسے اس مہران شاہ کی شدت سے یاد آ رہی تھی جو کبھی کسی کا دل بھی نہیں رکھنا جانتا تھا۔



بزنس کے سلسلے میں گزشتہ چار دن اسلام آباد میں گزارنے کے بعد مہران آج ہی کراچی پہنچا تھا اور سارا دن آرام کرنے کے بعد جب وہ شام میں سو کر اٹھا تو آسمان پر کالے بادلوں کا راج تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے موسم کو اس قدر خوشگوار بنا دیا تھا کہ اس کی ساری تھکن' ساری سستی لمحوں میں ہوا ہو گئی۔ بے اختیار وہ کھلی کھڑکی میں آکھڑا ہوا اور باہر لان میں دیکھنے لگا' جہاں شمین' عمر اور دعا پھوار میں بھیگتے اور ہنستے مسکراتے بھرپور طریقے سے موسم کو انجوائے کر رہے تھے۔ ان تینوں کی شوخیاں' شرارتیں اور کھلکھلاہٹیں اس قدر بے ساختہ اور معصوم تھیں کہ انہیں دیکھتے ہوئے اس کے لب بلا ارادہ مسکرا اٹھے اور دل نے بے اختیار ایک خواہش کی جس کے زیر اثر اگلے ہی پل وہ موبائل پر نیہو کا نمبر ملا رہا تھا۔

"ہیلو السلام علیکم۔" دوسری طرف نیسو کی آواز سنتے ہی وہ نہایت خوش دلی سے بولا تو نیسو اس کے غیر معمولی انداز پر حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہو؟"

"میں بالکل خیریت سے ہوں۔ تم سناؤ؟"

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ اسلام آباد سے کب آئے؟"

"آج صبح ہی پہنچا ہوں۔"

"کیسا رہا تمہارا ٹور؟"

"میرے ٹور کو چھوڑو، تم یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا کر رہی ہو؟"

مہران نے بے قراری سے پوچھا۔

"میں... میں فی الحال تو کچھ نہیں کر رہی۔" مہران کے انداز پر غور کرتے ہوئے اس نے جھجک کر جواب دیا تو دوسری طرف سے وہ فوراً بولا۔

"کچھ نہیں کر رہیں تو پھر فٹافٹ تیار ہو جاؤ، میں تمہیں لینے آ رہا ہوں۔"

"مگر کیوں؟"

"واٹ ڈو یو مین بائے کیوں۔ ارے یار! آئی ایم مسنگ یو۔ اوپر سے موسم بھی اس قدر حسین ہو رہا ہے۔ تم بس فوراً تیار ہو جاؤ، ہم پہلے لانگ ڈرائیو پہ چلیں گے اور پھر اس کے بعد ایک شاندار سا ڈنر کریں گے۔" مہران نے خوشی سے اپنا پلان اس کے گوش گزار کیا تو نیسو ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"آئی ایم سوری مہران! مگر آج میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جا سکتی۔"

"کیوں، کیوں نہیں جا سکتیں؟" مہران کے جذبات پر نیسو کے جواب سے جیسے اوس پڑ گئی تو بے اختیار وہ جھنجلا اٹھا۔

"وہ دراصل آج ایک پارٹی کے ساتھ میرا اور پاپا کا بزنس ڈنر ہے۔ بس اس وجہ..."

"اوکے۔ تم جاؤ، جا کر اپنا بزنس ڈنر اٹینڈ کرو۔"

سرد مہری سے مہران نے اسے اپنی بات مکمل نہ کرنے دی تو نیسو لجاجت سے گویا ہوئی۔

"پلیز مہران! تم ناراض مت ہو۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل شام کا پروگرام رکھ لیتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

"سوری، کل میں فارغ نہیں ہوں۔" وہ انتہائی بے نیازی سے گویا ہوا۔

"مہران! پلیز ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ۔ کیا تم میری خاطر۔"

نیسو نے کچھ کہنا چاہا تو بھڑک کر اس نے اس کی بات کاٹ ڈالی۔

"تم میری خاطر کامپرومائز کرنے کو تیار ہو جو میں کروں۔"

"اوکے، تم ناراض مت ہو پلیز۔ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

نیسو نے مہران کی ناراضگی کے خیال سے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا تو وہ رعونت سے بولا۔

"تم اب جانے کو تیار ہو یا نہیں، آئی ڈونٹ کیئر کیونکہ میرا اب باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔" اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی مہران نے لائن ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے موبائل آف کر کے دور اچھال دیا۔

کافی دیر شاور لینے کے بعد مہران جب باہر نکلا تو طبیعت کو بہت ہلکا محسوس کرتے ہوئے باہر لان میں چلا آیا، جہاں اب احمر کا اضافہ ہو چکا تھا۔ چونکہ پھوار اب رک چکی تھی، سو سلام دعا کے بعد وہ دونوں پاس پڑی لان چیئرز پر ہی بیٹھ کر گپ شپ کرنے لگے جبکہ وہ تینوں اب بیڈمنٹن کھیلنے میں مصروف ہو چکے تھے۔

"ثمین... یار مزیدار سی کافی تو پلواؤ۔" احمر نے باتوں کے دوران کھیل میں مگن ثمین کو آواز دیتے ہوئے فرمائش کی تو وہ بدلحاظی کے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے بولی۔

"میں کوئی کافی شافی نہیں بنا رہی۔ دیکھ نہیں رہے کہ میں کھیل رہی ہوں۔"

"بے مروت لڑکی! شرم کرو، گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔"

"مہمان وہ ہوتا ہے جناب جو کبھی کبھار آئے جبکہ آپ تو روز بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو جانے والے ویل جان ہیں۔"

"ہوں ہوں، ثمین۔" مہران نے بے اختیار اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ "جاؤ، جا کر اچھی سی کافی بنا کر لاؤ۔"

"بھائی! میں نہیں بنا رہی۔" وہ لھنکی تو اب تک خاموش کھڑی دعا ریکٹ ہاتھ سے رکھتے ہوئے بولی۔

"میں بنا لاتی ہوں۔"

"تم کہاں جا رہی ہو؟ کب سے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں اور اب جب تمہاری باری آئی ہے تو تم۔"

"میں سب کے لیے کافی بنا کر بس ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔" دعا، ثمین کی بات کاٹتے ہوئے رسانیت سے کہہ کر آگے بڑھ گئی تو احمر، ثمین کو چڑاتے ہوئے بولا۔

"محترمہ ثمین صاحبہ! کچھ شرم کیجیے اور ہماری پیاری دعا سے ہی کچھ سبق سیکھیے جو ہمیشہ دوسروں کی خواہش اور مرضی کو اپنی پسند پر ترجیح دیتی ہے۔"

"یہی تو اس کی بے وقوفی ہے۔" ثمین کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آن ٹھہری۔ نہ چاہتے ہوئے بھی مہران کی پرسوچ نگاہیں دور جاتی دعا کی پشت پر جم کر رہ گئیں۔



تایا جی کے کزن کے بیٹے کی آج مہندی تھی اور گھر کی خواتین تھیں کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

"امی! آپ لوگوں نے جانا بھی ہے یا نہیں؟" مہران لب کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے غصے سے بولا تو تائی امی جھنجلا کر گویا ہوئیں۔

"جانا کیوں نہیں ہے مگر یہ لڑکیاں باہر نکلیں تو کچھ ہو۔ دعا، ثمین۔ جلدی کرو بھئی، دیر ہو رہی ہے۔" بات کرتے ہوئے انہوں نے آخر میں دونوں کو پکار کر کہا تو مہران کوفت کے عالم میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہائے ہائے۔ میری عقل۔" تائی امی نے یک دم ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے خود کو کوسا تو مہران ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب کیا ہوا؟" اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتیں، اچانک لائٹ چلی گئی۔

"لے لو، اس مصیبت کو بھی ابھی جانا تھا۔ دعا بیٹا۔" لائٹ کو کوستے ہوئے انہوں نے دعا کو آواز دی تو وہ کمرے کے اندر سے ہی ذرا اونچی آواز میں بولی۔

"جی تائی امی۔"

"بیٹا۔ ذرا کچن سے موم بتی تو لے آؤ۔"

"ابھی لائی۔" اور اگلے ہی پل وہ دونوں ہاتھوں میں ایک ایک موم بتی اٹھائے جونہی اندھیرے لاؤنج میں داخل ہوئی مہران کی نظریں جو بے دھیانی میں اس کی طرف اٹھی تھیں، واپس پلٹنا بھول گئیں۔ نہایت خوبصورت انگرکھا اور چوڑی دار پاجامہ زیب تن کیے بالوں میں لمبا سا گھنگھروؤں والا پراندہ اور کانوں میں بڑے بڑے جھمکے پہنے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ موم بتیوں کی جھلملاتی روشنی میں اس کا معصوم چہرہ اس قدر حسین لگ رہا تھا کہ مہران اپنی پلکیں تک جھپکنا بھول گیا۔

"دعا بیٹا۔ اگر تم تیار ہو چکی ہو تو اوپر میرے کمرے سے جا کر پیک کیے ہوئے جوڑے اور گفٹ تو اٹھا لاؤ۔" تائی امی نے موم بتی کینڈل اسٹینڈ پر لگاتی دعا سے کہا۔ وہ "جی اچھا" کہہ کر آگے بڑھنے لگی تو تائی امی پاس بیٹھے مہران سے گویا ہوئیں۔

"بیٹا! تم ذرا دعا کے ساتھ جانا، وہ اکیلی بچی چیزیں اٹھائے گی یا موم بتی۔" اور مہران نے خود کو سنبھالتے ہوئے خاموشی سے آگے بڑھ کر دعا کے ہاتھ سے جلتی ہوئی موم بتی لے لی۔

تائی امی کے کمرے سے سامان اٹھا کر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہے تھے جب اچانک دعا پاؤں غلط پڑ جانے سے بری طرح لڑکھڑا گئی۔ خود کو اور ہاتھ میں اٹھائے سامان کو گرنے سے بچانے کے

لیے اس نے بے اختیار ایک قدم آگے چلتے مہران کا بازو تھام لیا تو اسی کے خیال میں گم مہران شاہ کو یک دم اپنے اندر ایک کرنٹ سا دوڑتا محسوس ہوا۔

"کیا ہوا؟" اس نے پلٹ کر دعا سے نرمی سے پوچھا تو اس کے لہجے کی اس غیر معمولی نرمی پر غور کیے بنا گھبرا کر دعا نے مہران کی آستین چھوڑ دی۔

"آئی... آئی ایم سوری مہران بھائی! چلتے چلتے میرا پاؤں مڑ گیا تھا۔"

"ہوش کرکے۔" کہتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کر دعا کا نازک سا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے لیا اور احتیاط سے سیڑھیاں اترنے لگا۔ ایک پل کے لیے تو دعا کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے مگر جونہی اس کی نظر مہران شاہ کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ پر پڑی اس کے پاؤں جیسے پتھر کے ہو گئے۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں۔" دعا کے ایک دم رک جانے پر مہران نے جونہی پلٹ کر دیکھا تو اس نے اتنی قطعیت سے کہا کہ ایک لمحے کو وہ اس کے انداز پر حیران رہ گیا۔ اس سے ہمیشہ گھبرانے اور ڈرنے والی دعا کا یہ روپ مہران شاہ کے لیے بالکل نیا اور چونکا دینے والا تھا۔

"اور اگر میں نہ چھوڑوں تو...." دعا کے انداز پر اس کا ازلی غصہ عود کر آیا تو وہ نہایت سرد لہجے میں بولا۔

"تو میں چیخ چیخ کر سب گھر والوں کو اکٹھا کر لوں گی۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہی ہو؟"

"نہیں، میں آپ کو وارن کر رہی ہوں کہ مجھ سے دور رہیں۔" اس نے اپنی برف کی طرح ٹھنڈی آنکھیں مہران شاہ کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور تیزی سے دوسرے ہاتھ میں پکڑا سالن نیچے پٹختے ہوئے اس کے ہاتھ سے موم بتی چھین کر اپنے اور ثمین کے کمرے کی جانب چل دی۔



مہران دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھامے بے بسی کی کیفیت میں گھرا بیٹھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آج کل اتنا تلخ اور جھنجلایا ہوا کیوں رہنے لگا ہے۔ ہر لمحہ طبیعت پہ چھائی بے زاری اور سینے میں گھٹن کے احساس نے نہ صرف اس کے مزاج بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی بری طرح متاثر کیا تھا جس کی وجہ سے وہ ان دنوں نہ کسی سے سیدھے منہ بات کر رہا تھا اور نہ ہی اپنا کوئی کام صحیح طریقے سے انجام دے پا رہا تھا۔

ایک نا سمجھ میں آنے والی بے کلی نے اس کی ذات کو کچھ اس طرح سے اپنے حصار میں لے رکھا تھا کہ وہ چاہ کر بھی خود کو اس بھنور سے آزاد نہیں کر پا رہا تھا جو آہستہ آہستہ اس کی ساری ہستی کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ نمیو کی ذات سے بھی آج کل اس کی بے اعتنائی اپنے عروج پر تھی لیکن مہران کی بے رخی کے باوجود وہ اس سے کسی نہ کسی طرح رابطے میں رہنے کی پوری پوری کوشش کرتی اور آج بھی وہ اس ہی طرح کی ایک کوشش کے نتیجے میں اس کے آفس آئی ہوئی تھی جب مہران نے اسے ایک معمولی سی بات پہ بری طرح جھڑکتے ہوئے اپنا سارا غصہ اس کی ذات پر نکال دیا۔

پہلے پہل تو نمیو اس کے رویے پر گنگ ہو گئی مگر پھر اگلے ہی لمحے اپنی حد درجہ بے عزتی پر کھول کر رہ گئی۔

"تم... تم خود کو سمجھتے کیا ہو.... میں باندی یا کنیز نہیں ہوں تمہاری جو تم ہمیشہ اپنا غصہ مجھ پر نکالتے ہو۔ مہران شاہ! میں تھک گئی ہوں تمہارے پیچھے بھاگتے بھاگتے، مجھے اپنی زندگی کے لیے ایک ایسے ہم سفر کی چاہ تھی جس کے ساتھ میں قدم سے قدم ملا کر چل سکوں مگر تمہاری ہمراہی میں میری یہ خواہش تشنگی بن چکی ہے۔ تم پلیز... پلیز اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو کیونکہ ابھی وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔"

دکھ اور تکلیف سے روتے ہوئے وہ اپنی بات مکمل کرتے ہی تیزی سے اٹھ کر باہر چلی گئی تو مہران اپنا سر تھام کر کرسی پر گرتا چلا گیا۔ نمیو کے ایک ایک لفظ میں

چھپی بے بسی نے مہران شاہ کو ایک عجیب سے احساس جرم میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ نمرہ کے ساتھ بعض اوقات وہ کس قدر زیادتی کر جاتا ہے مگر اپنی غلطی اور ہر کوتاہی کو ماننے کے باوجود وہ اپنے دل کے آگے جیسے ہارتا چلا جا رہا تھا۔ وہ دل جس کے ہر کونے میں اچانک ہی دعا عباس آن سمائی تھی۔

دل کے اس فیصلے پہ شروع میں تو اس نے بہت احتجاج کیا' بہت تاویلیں دیں مگر ہر حربہ بے سود رہا۔ اس کے دل نے نہایت اطمینان سے کسی بے تاج بادشاہ کی طرح اس کی ہر درخواست پر اپیل مسترد کر دی اور وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کر سکا۔ قدرت نے اسے دعا کے جذبات کی توہین کی ایسی سزا دی تھی کہ اس کا کہا ہر لفظ ان کی ذات کے لیے آپ ہی طمانچہ بن گیا تھا۔ وہ تو اس قابل بھی نہ رہا تھا کہ گھر میں کسی سے اپنا حال دل ہی کہہ سکتا اور تنہا اپنے آپ اور اپنے جذبات سے لڑنا کس قدر مشکل کام ہے' یہ اب مہران شاہ کی سمجھ میں بہت اچھے طریقے سے آتا جا رہا تھا۔

خود سے لڑتے لڑتے جب وہ نڈھال ہو گیا تو سب کچھ یونہی چھوڑ چھاڑ کر آفس سے نکل آیا اور کتنی ہی دیر بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا اور جب اس مصروفیت سے بھی دل بے زار ہونے لگا تو تھک ہار کر گھر چلا آیا' جہاں قدم رکھتے ہی امی نے اپنے تئیں ایک بہت بڑی خوش خبری اس کے گوش گزار کی۔ اس بات سے بے خبر کہ ان کی خوشخبری نے لمحوں میں ان کے لاڈلے کا سارا خون نچوڑ لیا تھا۔ کئی دنوں سے وہ جس کشمکش اور الجھن کا شکار تھا' اس کا فیصلہ ایک ہی جھٹکے میں ہو گیا تھا۔ وہ کیا چاہتا ہے؟ اور اس کے لیے کون سا راستہ بہتر رہے گا؟ ان سوالوں کا جواب اسے از خود مل گیا تھا کیونکہ اس نے اس حقیقت کے آگے سرنگوں کر دیا تھا کہ وہ دعا عباس کے بغیر نہیں رہ سکتا اور دل کے اس فیصلے کو تسلیم کرنے کے بعد وہ دماغ کی ہر نصیحت اور ہر مصلحت کو نظر انداز کرتے ہوئے اگلے ہی پل دعا کے کمرے میں جا پہنچا۔ اس یقین اور بھروسے کے سہارے کہ کبھی دعا نے بھی اس سے محبت کی تھی۔



میں ہوں دعا عباس اور آج میری منگنی ہے۔ میری زندگی میں یہ حسین موڑ جس شخص کی بدولت آیا ہے' اس کے بارے میں تو میں نے اس انداز سے کبھی سوچا ہی نہ تھا مگر بقول اس کے اس نے تو مجھے اپنی منزل اس وقت سے مان لیا تھا جب شاید وہ خود بھی محبت کے مفہوم سے صحیح طرح آشنا نہ تھا۔ گزرتے وقت نے جوں جوں آشنائی کے در اس کی ذات پر وا کیے نہ صرف اس کے فیصلے میں پختگی آتی گئی بلکہ اپنی محبت کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنانے کا عزم بھی دن بدن مضبوط ہوتا چلا گیا۔ اس محبت کو جسے اس نے سب سے صرف اور صرف اس لیے چھپا کر رکھا تھا کیونکہ وہ محبت میں صرف چاہنے کا ہی نہیں' عزت کرنے کا بھی قائل ہے۔

"شاہ ہاؤس" میں اب میں صرف ایک دن کی مہمان ہوں — یہ سوچ اگر ایک پل کے لیے مجھے دکھی کرتی ہے تو اگلے ہی لمحے ایک نئی اور سہانی زندگی کا خیال مجھے مسکرانے پر بھی مجبور کر دیتا ہے۔ ایک ایسی زندگی جہاں ایک محبت بھرا خوبصورت دل نجانے کب سے میرا منتظر ہے۔ "شاہ ہاؤس" سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے کوئی دکھ' کوئی پچھتاوا نہیں۔ میرے اندر میرے صحیح اور بروقت فیصلے نے اتنا سکون پیدا کر دیا ہے کہ کوئی خلش' کوئی الجھن باقی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ میرے جذبات اور میری ذات کی توہین نے جو دکھ اور درد کا الاؤ میرے اندر دہکا رکھا تھا' اس آگ پر بھی اب جیسے ٹھنڈا پانی پڑ چکا ہے۔ ہاں لیکن میں ایک بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ اگر دو ماہ قبل مہران شاہ میرے پاس نہ آتا تو شاید میں زندگی بھر اس درد اور تکلیف کا دکھ جھیلتی رہتی جو اس دیوتاؤں جیسے مغرور اور بے نیاز شخص نے مجھے دان کیا تھا۔

یہ آج سے تقریباً دو ماہ پہلے کی بات ہے۔ جب اچانک ایک شام مہران شاہ میرے کمرے میں چلا آیا۔

چونکہ اس دن تینوں امی کسی فرینڈ کے گھر گئی ہوئی تھیں، سو میں وقت گزاری کے لیے یونہی ایک کتاب کھولے بیٹھی تھی۔ جب یک دم کمرے کے دروازے پر ہوتی دستک کے جواب میں میرے "یس" کہنے پر جس نے کمرے میں قدم رکھا اس پر نظر پڑتے ہی میرا چہرہ آن واحد میں سپاٹ ہو گیا۔

"مہران بھائی! آپ کو کچھ چاہیے" بیڈ سے اٹھتے ہوئے میں نے بے تاثر لہجے میں پوچھا تو ایک نظر مجھ پر ڈالتے ہوئے وہ خاموشی سے کمرے میں دھرے کاؤچ پر جا بیٹھا۔

"دعا تم بیٹھو! مجھے تم سے ایک بہت ہی ضروری بات کرنی ہے۔" کمرے میں چھائی خاموشی کو مہران کی آواز نے توڑا تو میں جیسے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئی۔

"محترم مہران شاہ کو کوئی ضروری بات کرنی ہے اور وہ بھی مجھ سے...؟" یہ انہونی میرے لیے خاصے اچنبھے کا باعث تھی، جس پر غور کرتے ہوئے میں بیڈ کے کنارے پر ہی ٹک گئی۔

"جی...." میں اس کے بولنے کی منتظر تھی مگر کچھ دیر گزرنے کے بعد بھی جب وہ خاموش رہا تو مجبوراً مجھے متوجہ کرنا ہی پڑا۔

"دعا! تمہیں پتا ہے کہ آج عائشہ پھپھو تمہارے لیے احمر کا رشتہ لے کر آئی ہیں۔" ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے ایک ایسی بات کی، جس کا ذکر وہ بھی اس کے منہ سے، مجھے حیرت کا دوسرا شدید جھٹکا دینے کے لیے کافی تھا۔

"جی مجھے معلوم ہے۔" چند لمحے خود پر قابو پانے کے بعد میں نے آہستگی سے جواب دیا تو میری بات پر وہ بغور میرا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

"جی نہیں۔"

"مگر مجھے ہے۔" اب کے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا تیزی سے بولا تو میں اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اس کا رویہ اور انداز دونوں ہی میرے لیے ہر لحاظ سے ناقابل فہم تھے۔

"کیوں؟" اگلے ہی پل میں نے اپنی الجھن کو لفظوں میں ڈھالا تو چند لمحوں کی پس و پیش کے بعد وہ گویا ہوا۔

"اس لیے کہ میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اور میں جو اپنے دھیان میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی ایک لمحے کو جیسے سانس تک لینا بھول گئی۔ اس کے الفاظ... مجھے حیرت، پریشانی، دکھ اور بے یقینی کا ایسا شدید دھچکا لگا کہ ایک لمحے کو میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

"دعا... دعا تم ٹھیک تو ہو؟" اس نے تیزی سے بڑھتے ہوئے مجھے سہارا دیا تو یک لخت ہی میں جیسے ہوش و حواس میں آ گئی اور ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے چلائی۔

"خبردار... جو آپ نے مجھے ہاتھ لگایا۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھ سے یہ سب بکواس کرنے کی۔"

میں اٹھ کر اس کے مقابل آکھڑی ہوئی۔ اس کی بات نے صبر اور خاموشی کے بند کو جیسے توڑ ڈالا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں سامنے کھڑے مہران شاہ کو شوٹ کر دوں۔

"دعا... پلیز تم... تم میری بات تو..."

"بات تو آپ میری سنیں مسٹر مہران شاہ!" چلاتے ہوئے میں نے اس کی بات کاٹ دی تو میرے انداز پر حیرت کی زیادتی سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں۔ ان داتا؟ جب چاہا نواز دیا اور جب چاہا ٹھکرا دیا۔ میں آج... آج بھی وہی تھرڈ کلاس میڈیوکر ہوں جس کی عامیانہ باتوں کو سلوٹ مارنا آپ اپنی توہین سمجھتے تھے۔ جس کی طبیعت صاف کر کے اس کے دماغ سے عشق و عاشقی کا خناس نکالنے کے لیے آپ بہت بے چین تھے۔ آپ..." غصے کی شدت سے میں ہانپنے لگی تو وہ میری طرف دیکھتے ہوئے نہایت شرمندگی سے بولا۔

"دعا! میں نہیں جانتا کہ تمہیں یہ سب باتیں کیسے پتا چلیں۔ میں مانتا ہوں کہ انجانے میں ہی سہی مگر میں نے تمہیں بہت دکھ، بہت تکلیف پہنچائی ہے اور اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ تم پلیز... پلیز مجھے معاف کر دو، یہ سوچ کر کہ تب میں محبت جیسے پاکیزہ جذبے سے واقف نہ تھا مگر آج..."

"مگر آج میں اس جذبے سے واقف نہیں رہی۔" میں نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ایک جملے میں اسے اپنا جواب دے دیا تو دکھ کے گہرے سائے مجھے اس کے چہرے پر پھیلتے محسوس ہوئے۔ پتا نہیں لیکن اس لمحے میرے اندر جو آگ سی بھڑک رہی تھی اس پر مجھے پھوار سی پڑتی محسوس ہوئی۔

"اچھا ہی ہوا کہ آپ جیسے کمزور شخص سے میرے خدا نے مجھے بچا لیا جسے نہ پہلے کبھی دوسروں کا خیال آیا تھا اور نہ ہی آج اپنے فیصلوں پر قائم رہنا آیا ہے۔ آپ کو تو اتنا بھی احساس نہیں کہ آپ کسی سے منسلک ہو چکے ہیں۔" میں نے تاسف سے اسے احساس دلایا تو میری بات سمجھ کر وہ بے قراری سے بولا۔

"میرو کو میں سمجھا لوں گا، ویسے بھی اس بات کا احساس اسے بھی ہو چلا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے موزوں نہیں۔"

"آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے موزوں ہیں یا نہیں، یہ میں نہیں جانتی۔ ہاں مگر میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ آپ میرے لیے قطعی ناموزوں ہیں اور ویسے بھی مجھے دوسروں کے دل اجاڑ کر اپنا دل بسانا نہیں آتا۔ سو پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں اور آئندہ کبھی میری راہ میں آنے کی کوشش نہ کیجیے گا کہ اب میرے دل میں آپ کے لیے کچھ بھی نہیں رہا۔ نہ محبت نہ نفرت۔ حتیٰ کہ جو تھوڑی بہت عزت رہ گئی تھی آج وہ بھی ختم ہو گئی۔" دلگرفتگی سے میں نے اپنی بات پوری کرتے ہوئے ایک نظر مہران شاہ کو دیکھا تو اس کا پورا وجود مجھے زلزلوں کی زد میں محسوس ہوا۔ شاید ہمیشہ جیتنے والے جب شکست سے دوچار ہوتے ہیں تو ان کی وہی حالت ہوتی ہوگی جو اس وقت مہران شاہ کی تھی۔

کسی ہارے ہوئے کھلاڑی کی طرح وہ اگلے چند لمحے یونہی گم صم کھڑا رہا اور پھر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ پلٹا اور نہایت شکستگی کے عالم میں چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا مگر دہلیز پار کرنے سے پہلے اس نے گردن موڑ کر میری جانب دیکھا اور اس پل زندگی میں پہلی بار میں نے اس بے نیاز اور مغرور آنکھوں میں اپنے لیے وہی بے قراری، وہی تڑپ دیکھی جس کی میں نے کبھی تمنا کی تھی مگر میں اب ان ساحر اور گہری آنکھوں کے لیے کچھ نہ کر سکتی تھی کیونکہ میں اپنی جگہ مجبور تھی، بے حد مجبور۔ اپنی اس لہولہو عزت نفس کے ہاتھوں جس نے محبت اور عزت کی اس جنگ میں اپنے لیے عزت کا انتخاب کیا تھا اور اپنے اس زخمی دل کے ہاتھوں جس نے حقیقتاً "اب زمانے بدل دیے تھے۔

☆ ☆